

مقام و عظمتِ خلافت

ادارہ الفضل آن لائن لندن

روزنامہ
الفضل
لندن
مدیر ابوسعید



مضمون نگار: ابو مصور خان

مرتبہ: سید عمار احمد

ادارہ الفضل آن لائن لندن

رابطہ کرنے کے لیے

ویب سائٹ: www.alfazlonline.org

ای میل ایڈریس: info@alfazlonline.org

editor@alfazlonline.org

فون نمبر: +44 79 5161 4020

+44 73 7615 9966

آن لائن ایڈیشن

پیش لفظ

ہمارا تو انگ انگ خلافت سے جڑا ہوا ہے۔ ہماری غذا خلافت ہے۔ ہمارا اوڑھنا، بچھونا، مرنا، جینا خلافت ہے۔ ہماری گفتگو خلافت سے شروع ہوتی ہے اور خلافت کی برکات اور اس کی اہمیت بیان ہوتے اختتام کو پہنچتی ہے۔ ہم نے خلافت سے بہت کچھ سیکھا۔ ہم نے خلافت سے انسانیت سیکھی اور خلافت نے ہمیں منظم ،اسلامی تعلیمات واصولوں پر کاربند بااخلاق انسان بنایا جس کی وجہ سے ہم پورے یقین اور تحدی سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم خلافت کی کمال اطاعت کی وجہ سے صحابہ رسول کے قریب تر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان اشعار میں جس مے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ آج اس مبارک اور مقدس مے کے جام ہم دربار خلافت سے لبالب پی رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ کل عالم میں یہ نکل رہا ہے کہ شجر احمدیت مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جارہا ہے۔ اس کی شاخیں (احباب جماعت) آسمان سے باتیں کررہی ہیں اور دشمن احمدیت روزانہ ہی اَخزَی الاَعَادِی کا نظارہ دکھلاتے ہوئے اپنے منہ کے بل گرتا دکھائی دیتا ہے اور حسرت کی موت روزانہ بلکہ ہر لمحہ مرتا دکھلائی دیتا ہے۔

جن امور میں خلافت احمدیہ کی برکت سے جماعت دن دونی رات چونی ترقی کررہی ہے۔ ان میں سے ایک روزنامہ الفضل ہے جسے 2016ء میں نام نہاد مولویوں کی آتش حسد نے پنجاب کے حکومتی کارندوں کے ذریعہ اس وقت بند کروایا۔ جب اس کی اشاعت صرف نو ہزار تین سو (9300) تھی۔ خلافت خامسہ کے پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس نصرہ اللہ تعالیٰ نصراً عزیزاً نے لندن سے آن لائن

جاری فرما کر اس بہتی نہر کو پانی سے امنڈتے دریا بلکہ اب ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل کر دیا اور تین سال کے قلیل عرصہ میں جو کسی قوم کی لازوال تاریخ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا اس تاریخی بابرکت اخبار کو زمین کے مولویوں کے دست برد سے نکال کر آسمان کی بلند ترین وادیوں میں پہنچا دیا ہے اور اب آسمان سے یہ روحانی مائدہ روزانہ ہی لندن وقت کے مطابق رات 12 بجے اترتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے پانچ لاکھ سے زائد احمدیوں کے gadgets میں یہ موجود ہوتا اور پڑھا و دیکھا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ برکت، ان برکات میں سے جو خلافت احمدیت کی ہیں۔ جس برکت کا حصہ بنتے ہوئے یہ مضمون روزنامہ الفضل آن لائن کے 18 اور 19 اکتوبر 2022ء کے شمارہ جات میں دو اقساط پر مشتمل ”مقام و عظمت خلافت“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون میں مولف مکرم ابو مصور خان نے نہایت دلچسپ طریق پر خلافت کا اعلیٰ وارفع مقام اور اس کی عظمت کو نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ

یہ وہ مبارک علمی و روحانی مائدہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گزر کر قارئین کرام کے لئے پیش ہوا اور اب یکجائی طور پر ادارہ کی 16 ویں کاوش کے طور پر ہدیہ قارئین ہے۔ اس مضمون نے قارئین کرام سے خوب داد حاصل کی اور قارئین کے لئے ازدیاد علم و ایمان ثابت ہوا۔ امید ہے اب کی بار بھی الفضل کے قارئین کی لائبریریوں میں ایک اچھا اضافہ کا موجب ہو گا۔ ان شاء اللہ

اس علمی و روحانی مائدہ کو قارئین الفضل کے لئے کتابی شکل میں مکرم سید عمار احمد آف جرمنی خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً

حنیف محمود

ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن

انڈیکس

★★★★★

(قسط 1)

مقام و عظمتِ خلافت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۸﴾

(النور:56-58)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں اور نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہرگز

گمان نہ کر کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ (مومنوں کو) زمین میں بے بس کرتے پھریں گے جبکہ ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جماعت کو ایک عظیم الشان نعمت کی خوشخبری دیتے ہوئے گویا روحانی آب حیات کے چشمہ پر لا کھڑا کر دیا اور نبوت جیسی نعمت عظمیٰ کے تسلسل کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھنے کی نوید مسرت سنا دی۔

خلفاء نبی کے کمالات لئے ہوئے ہوتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی سے مونہہ موڑ چکے ہوتے ہیں اور مخلوق اور خالق کے مابین رشتۂ عبودیت میں رخنہ واقع ہو جاتا ہے تب اس کی رحمانیت جوش میں آتی ہے اور وہ نبی کو بھیجتا ہے کہ تا اس رشتہ میں پیدا ہونے والی کدورتوں کو ختم کیا جاسکے۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ تا خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔“

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 180)

لیکن ظاہر ہے کہ نبی بھی بنی نوع انسان میں سے ہی ایک ہوتا ہے اور ہمیشہ کی عمر لے کر تو نہیں آتا اور کچھ دیر کے بعد اس کو بھی کل نفس ذائقۃ الموت کے قانون قدرت کے تحت اس دنیا سے جانا ہی ہوتا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ نبی کی اس کمی کو محسوس کیا جاتا ہے اور فطرت انسانی تقاضا کرتی ہے کہ اس نعمت غیر مترقبہ اور بے شمار برکتوں کے حامل وجود کو دیر تک ہمارے

اندر رہنا چاہیئے تھا اور وہی رحمان خدا جو بنی نوع انسان پر محض اپنے لطف و کرم سے نبی کو بھیجتا ہے۔ وہی رحیم و کریم ذات اپنے نیک بندوں کی خاطر نبوت کی برکات اور فیوض کو جاری رکھنے کے لئے خلافت کے سلسلہ کو قائم فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اس کریمانہ حکمت کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

”اول یہ کہ اس بات کو عقل ضروری تجویز کرتی ہے کہ چونکہ الٰہیات اور امور معاد کے مسائل نہایت باریک اور نظری ہیں گویا تمام امور غیر مرئی اور فوق العقل پر ایمان لانا پڑتا ہے نہ خدا تعالیٰ کبھی کسی کو نظر آیا نہ کبھی کسی نے بہشت دیکھی اور نہ دوزخ کا ملاحظہ کیا اور نہ ملائک سے ملاقات ہوئی اور علاوہ اس کے احکام الٰہی مخالف جذبات نفس ہیں اور نفس امارہ جن باتوں میں لذت پاتا ہے احکام الٰہی ان سے منع کرتے ہیں لہٰذا عند العقل یہ بات نہ صرف احسن بلکہ واجب ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک نبی جو شریعت اور کتاب لے کر آتے ہیں اور اپنے نفس میں تاثیر اور قوت قدسیہ رکھتے ہیں یا تو وہ ایک لمبی عمر لے کر آویں اور ہمیشہ اور ہر صدی میں ہر یک اپنی نئی امت کو اپنی ملاقات اور صحبت سے شرف بخشیں اور اپنے زیر سایہ رکھ کر اور اپنے پر فیض پروں کے نیچے انکو لے کر وہ برکت اور نور اور روحانی معرفت پہنچاویں جو انہوں نے ابتداء زمانہ میں پہنچائی تھی اور اگر ایسا نہیں تو پھر ان کے وارث جو انہیں کے کمالات اپنے اندر رکھتے ہوں اور کتاب الٰہی کے دقائق اور معارف کو وحی اور الہام سے بیان کرسکتے ہوں اور منقولات کو مشہودات کے پیرایہ میں دکھلا سکتے ہوں اور طالب حق کو یقین تک پہنچا سکتے ہوں ہمیشہ فتنہ اور فساد کے وقتوں میں ضرور پیدا ہونی چاہیئے تا انسان جو مغلوب شبہات و نسیان ہے ان کے فیض حقیقی سے محروم نہ رہے۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 345)

اپنی اسی تصنیف میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پھر بعض اور آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور خداوند کریم نے یہی ارادہ فرمایا ہے کہ روحانی معلم جو انبیاء کے وارث ہیں ہمیشہ ہوتے رہیں اور وہ یہ ہیں۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:56)، وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (الرعد:32) ، وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل:16) یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے اے مومنان امت محمدیہ وعدہ کیا ہے کہ تمہیں بھی وہ زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ تم سے پہلوں کو کیا اور ہمیشہ کفار پر کسی قسم کی کوفتیں جسمانی ہوں یا روحانی پڑتی رہیں گی یا ان کے گھر سے نزدیک آجائیں گی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ آپہنچے گا اور خدا تعالیٰ اپنے وعدوں میں تخلف نہیں کرتا اور ہم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ایک رسول بھیج نہ لیں۔

ان آیات کو اگر کوئی شخص تامل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیونکر کہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لئے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور اگر خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لئے اس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کے لئے ابواب سعادت مفتوح رکھے کیونکہ روحانی سلسلہ کی موت سے دین کی موت لازم آتی ہے اور ایسا مذہب ہرگز زندہ نہیں کہلا سکتا جس کے قبول کرنے والے خود اپنی زبان سے ہی یہ اقرار کریں کہ تیرہ 1300 سو برس سے یہ مذہب مرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس مذہب کے لئے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ حقیقی زندگی کا وہ نور جو نبی کریم کے سینہ میں تھا وہ توارث کے طور پر دوسروں میں چلا آوے۔

افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبّر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف واولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پرواہ نہیں بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجز شوکت اسلام پھیلانے کے کچھ اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوار رسالت اور کمالات نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزارہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اس کی سنت اور قانون سے یہ بھی بعید نہ تھا کہ بجائے ان چار خلیفوں کے اس تیس برس کے عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو ہی بڑھا دیتا اس حساب سے تیس برس کے ختم ہونے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل 93 برس کی عمر تک پہنچتے اور یہ اندازہ اس زمانہ کی مقررہ عمروں سے نہ کچھ زیادہ اور نہ اس قانون قدرت سے کچھ بڑھ کر ہے جو انسانی عمروں کے بارے میں ہماری نظر کے سامنے ہے۔

پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اس کو صرف اس امت کے تیس 30 برس کا ہی فکر تھا اور پھر ان کو ہمیشہ کے لئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی امت

میں خلافت کے آئینہ میں وہ دکھلاتا رہا اس امت کے لیے دکھلانا اس کو منظور نہ ہوا۔ کیا عقل سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کرے گی ہر گز نہیں اور پھر یہ آیت خلافت ائمہ پر گواہ ناطق ہے۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء:106) کیونکہ یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ یَرِثُهَا کا لفظ دوام کو چاہتا ہے وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد6 صفحہ 352-354)

آیت استخلاف میں بیان فرمودہ امور

اس آیت میں جو کہ آیت استخلاف کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ میری طرف سے کھڑے ہونے والے خلیفہ کی کیا کیا علامات ہیں۔ علامات تو کیا گویا اس مقام و مرتبہ کا بیان ہے کہ جس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ اس کو خدا نے کھڑا کیا ہے اور خدا اس کے ساتھ کھڑا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ان علامات کا ذکر فرمایا ہے جو اختصار کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

”یہ آیت جو آیتِ استخلاف کہلاتی ہے اس میں مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں۔

- اوّل۔ جس انعام کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ ایک وعدہ ہے۔
- دوم۔ یہ وعدہ امت سے ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح پر کاربند رہے۔

- سوم۔ اس وعدہ کی غرض یہ ہے کہ (الف) مسلمان بھی وہی انعام پائیں جو پہلی اُمتوں نے پائے تھے کیونکہ فرماتا ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ب) اس وعدہ کی دوسری غرض تمکین دین ہے۔ (ج) اس کی تیسری غرض مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دینا ہے۔ (د) اس کی چوتھی غرض شرک کا دُور کرنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قیام ہے۔

نعمت خلافت کی ناشکری کرنے والے فاسق

اس آیت کے آخر میں وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس کے وعدہ ہونے پر زور دیا اور وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ کے وعید کی طرف توجہ دلائی کہ ہم جو انعامات تم پر نازل کرنے لگے ہیں اگر تم اُن کی ناقدری کرو گے تو ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔ خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے۔ اس لئے یاد رکھو جو لوگ اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے۔

یہ آیت ایک زبردست شہادت خلافتِ راشدہ پر ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور احسان مسلمانوں میں خلافت کا نظام قائم کیا جائے گا جو مؤید من اللہ ہو گا۔ جیسا کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ سے ظاہر ہے اور مسلمانوں کو پہلی قوموں کے انعامات میں سے وافر حصہ دلانے والا ہو گا۔ پھر اس آیت میں خلفاء کی علامات بھی بتائی گئی ہیں جن سے سچے اور جھوٹے میں فرق کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

پہلی علامت

اوّل۔ خلیفہ خدا بناتا ہے یعنی اس کے بنانے میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ خود خواہش کرتا ہے اور نہ کسی منصوبہ کے ذریعہ وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے حالات میں وہ خلیفہ بنتا ہے جبکہ اس کا خلیفہ ہونا بظاہر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ خود ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے کیونکہ جو وعدہ کرتا ہے وہی دیتا بھی ہے۔ نہ یہ کہ وعدہ تو وہ کرے اور اُسے پورا کوئی اور کرے۔ پس اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ سچے خلفاء کی آمد خداتعالیٰ کی طرف سے ہوگی کوئی شخص خلافت کی خواہش کر کے خلیفہ نہیں بن سکتا اور نہ کسی منصوبہ کے ماتحت خلیفہ بن سکتا ہے۔ خلیفہ وہی ہوگا جسے خدا بنانا چاہے گا بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ ہوگا جبکہ دنیا اُس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہوگی۔

دوسری علامت

دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے سچے خلیفہ کی یہ بتائی ہے کہ وہ اُس کی مدد انبیاء کے مشابہ کرتا ہے کیونکہ فرماتا ہے کہ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ کہ یہ خلفاء ہماری نصرت کے ایسے ہی مستحق ہونگے جیسے پہلے خلفاء۔

تیسری علامت

... تیسری بات اس آیت سے یہ نکلتی ہے کہ یہ وعدہ امت سے اس وقت تک کے لئے ہے جب تک کہ امت مومن اور عمل صالح کرنے والی رہے۔ جب وہ مومن اور عمل صالح کرنے والی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس وعدہ کو واپس لے لے گا۔۔۔

چوتھی علامت

چوتھی علامت خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ بنائی ہے کہ ان کے دینی احکام اور خیالات کو اللہ تعالیٰ دنیا میں پھیلائے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دین کو تمکین دے گا اور باوجود مخالف حالات کے اُسے دنیا میں قائم کرے گا۔ یہ ایک زبردست ثبوت خلافتِ حقہ کی تائید میں ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو خلفاء کی صداقت پر خدا تعالیٰ کا یہ ایک بہت بڑا نشان نظر آتا ہے۔۔۔ دین کے ایک معنے سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سچے خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں قائم فرمائے گا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفۂ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اُسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو تو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔ اُن کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہو گا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو گا اور اُس کے مخالفوں کو شکست ہو گی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہو گی۔ خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہو گی جو اُن کی ہو گی۔ بیشک بولنے والے وہ ہوں گے۔ زبانیں انہی کی حرکت کریں گی۔ ہاتھ انہی کے چلیں گے۔ دماغ انہی کا کام کرے گا۔ مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہو گا۔۔۔

پانچویں علامت

پانچویں علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ یعنی جب بھی قومی طور پر اسلامی خلافت کے لئے کوئی خوف پیدا ہو گا اور لوگوں کے دلوں میں نورِ ایمان باقی ہو گا اللہ تعالیٰ اس خوف کے بعد ضرور ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ جن سے مسلمانوں کا خوف امن سے بدل جائے گا۔۔۔ بعض لوگ غلطی سے اس آیت کا یہ مفہوم سمجھتے ہیں کہ خلفاء راشدین ہر تخویف سے محفوظ رہتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو چونکہ خلافت کے بعد مختلف حوادث پیش آئے اور دشمنوں نے انہیں شہید کر دیا۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ کے سوا اور کسی کو خلیفۂ راشد تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ غلطی انہیں اس لئے لگی ہے کہ انہوں نے قرآنی الفاظ پر غور نہیں کیا۔ بیشک خوف کا امن سے بدل جانا بھی بڑی نعمت ہے لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کہ جو بھی خوف پیدا ہو گا اُسے امن سے بدل دیا جائے گا۔ بلکہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا فرمایا ہے کہ جو خوف اُن کے دل میں پیدا ہو گا اور جس چیز سے وہ ڈریں گے اللہ تعالیٰ اُسے دور کر دے گا اور اس کی جگہ امن پیدا کر دے گا۔ پس وعدہ یہ نہیں کہ زید اور بکر کے نزدیک جو بھی ڈرنے والی بات ہو وہ خلفاء کو پیش نہیں آئے گی۔ بلکہ وعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے وہ ڈریں گے اللہ تعالیٰ اُسے ضرور دُور کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ سانپ بظاہر ایک بڑی خوفناک چیز ہے مگر کئی لوگ ہیں جو سانپ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سانپ کا خوف کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی طرح فقر ایک بڑی خوف والی چیز ہے مگر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر میرے لئے ذلت کا موجب نہیں بلکہ فخر کا موجب ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں یہ

بات ہو کہ کھانے کے لئے اگر ایک وقت کی روٹی بھی نہ ملے تو یہ بڑی ذلّت کی بات ہوتی ہے تو کیا اس کے اس خیال کی وجہ سے ہم یہ مان لیں گے کہ نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ کی بھی ذلت ہوئی؟ جو شخص فقر کو اپنی عزت کا موجب سمجھتا ہے۔ جو شخص چیتھڑوں کو قیمتی لباس سے زیادہ بہتر چیز سمجھتا ہے اور جو شخص دنیوی مال و متاع کو نجاست کی طرح حقیر سمجھتا ہے اُس کے لئے فقر کا خوف بالکل بے معنے ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرماتا کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا بلکہ فرمایا ہے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کہ کوئی ایسی خوف والی بات پیدا نہیں ہو گی جس سے وہ ڈرتے ہوں گے۔ اس فرق کو مدّ نظر رکھ کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ شہید ہوئے مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا۔ بلکہ وہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔ پس وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر یہ دعائیں کرتے ہوئے گزار دی ہو کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے وہ اگر شہید ہو جائے تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ایک خوفناک وقت آیا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے امن سے نہ بدلا گیا۔ بیشک اگر حضرت عمرؓ شہادت سے ڈرتے اور پھر وہ شہید ہو جاتے تو کہا جا سکتا تھا کہ اُن کے خوف کو خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا مگر وہ تو دعائیں کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔ پس اُن کی شہادت سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ وہ شہادت سے ڈرتے بھی تھے اور جب وہ شہادت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کے لئے دعائیں کرتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے ماتحت اُن پر کوئی ایسا خوف نہیں آیا جو اُن کے دل نے محسوس کیا ہو اور اس آیت میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہی ذکر ہے کہ خلفاء جس بات سے ڈرتے ہوں گے وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا مگر جب وہ ایک بات سے ڈرتے ہی نہ ہوں بلکہ اپنی عزت اور بلندئ درجات کا موجب

سمجھتے ہوں تو اُسے خوف کہنا اور پھر یہ کہنا کہ اسے امن سے کیوں نہ بدل دیا گیا بے معنی بات ہے۔ میں نے تو جب حضرت عمرؓ کی اس دعا کو پڑھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا بظاہر یہ مطلب تھا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے اور اُس کا حملہ اتنی شدت سے ہو کہ تمام مسلمان تباہ ہو جائیں پھر وہ خلیفۂ وقت تک پہنچے اور اُسے بھی شہید کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دعا بھی قبول کر لی اور ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ مدینہ پر کوئی بیرونی لشکر حملہ آور ہوتا اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اُس نے خنجر سے آپ کو شہید کر دیا پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان باتوں سے کبھی خائف نہیں ہوئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا تو وہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے اور اہل مدینہ کو ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے تاکہ وہ اکٹھے ہو کر اُن کا مقابلہ نہ کر سکیں مگر باوجود اس شورش اور فتنہ انگیزی اور فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے اکیلے مسجد میں تشریف لاتے اور ذرا بھی خوف محسوس نہ کرتے اور اس وقت تک برابر آتے رہتے جب تک لوگوں نے آپ کو منع نہ کر دیا۔ جب فتنہ بہت بڑھ گیا اور حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں نے حملہ کر دیا تو بجائے اس کے کہ آپ صحابہؓ کا اپنے مکان کے گرد پہرہ لگواتے۔ آپ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ کیا شہادت سے ڈرنے والا آدمی بھی ایسا ہی کیا کرتا ہے؟ اور وہ لوگوں سے کہا کرتا ہے کہ میرا فکر نہ کرو بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ پھر اس بات کا کہ حضرت عثمانؓ ان واقعات سے کچھ بھی خائف نہیں تھے ایک اور زبردست ثبوت یہ ہے کہ اس فتنہ کے دوران میں ایک دفعہ حضرت معاویہؓ حج کرنے آئے جب وہ شام کو واپس جانے لگے تو مدینہ میں وہ حضرت عثمانؓ سے ملے اور عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلیں۔ وہاں آپ تمام فتنوں سے محفوظ رہیں گے آپ نے فرمایا کہ معاویہ! میں رسول کریم ﷺ کی ہمسائیگی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تو میں شامی

سپاہیوں کا ایک لشکر آپ کی حفاظت کے لئے بھیج دیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اپنی حفاظت کے لئے ایک لشکر رکھ کر مسلمانوں کے رزق میں کمی کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ امیر المومنین! لوگ آپ کو دھوکا سے قتل کر دیں گے۔ یا ممکن ہے آپ کے خلاف وہ برسرِ پیکار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔ آخر انہوں نے کہا اگر آپ اور کچھ منظور نہیں کرتے تو اتنا ہی کریں کہ شرارتی لوگوں کو بعض اکابر صحابہؓ کے متعلق گھمنڈ ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے بعد وہ کام سنبھال لیں گے۔ چنانچہ وہ ان کا نام لے لے کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آپ ان سب کو مدینہ سے رخصت کر دیں اور بیرونی ملکوں میں پھیلا دیں۔ اس سے شریروں کے ارادے پست ہو جائیں گے اور وہ خیال کریں گے کہ آپ سے تعرض کر کے انہوں نے کیا لینا ہے جبکہ مدینہ میں کوئی اور کام کو سنبھالنے والا ہی نہیں مگر حضرت عثمانؓ نے یہ بات بھی نہ مانی اور کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جن کو رسول کریم ﷺ نے جمع کیا ہے۔ میں اُن کو جلا وطن کر دوں۔ حضرت معاویہؓ یہ سُن کر رو پڑے اور انہوں نے عرض کیا اگر آپ اور کچھ نہیں کرتے تو اتنا ہی اعلان کر دیں کہ میرے خون کا بدلہ معاویہؓ لے گا۔ مگر آپ نے فرمایا معاویہؓ! تمہاری طبیعت تیز ہے میں ڈرتا ہوں کہ مسلمانوں پر تم کہیں سختی نہ کرو۔ اس لئے میں یہ اعلان بھی نہیں کر سکتا۔ اب کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ دل کے کمزور تھے مگر تم خود ہی بتاؤ کہ اس قسم کی جرأت کتنے لوگ دکھا سکتے ہیں اور کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے دل میں کچھ بھی خوف تھا۔ اگر خوف ہوتا تو وہ کہتے کہ تم اپنی فوج کا دستہ میری حفاظت کے لئے بھجوا دو۔ انہیں تنخواہیں میں دلواؤں گا اور اگر خوف ہوتا تو آپ اعلان کر دیتے کہ مجھ پر کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ سُن لے کہ میرا بدلہ معاویہؓ لے گا مگر آپ نے سوائے اس کے کوئی جواب نہ دیا کہ معاویہؓ! تمہاری طبیعت تیز ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے تم کو یہ اختیار دے دیا تو تم مسلمانوں پر سختی کرو گے۔ پھر جبکہ آخر میں دشمنوں نے دیوار پھاند کر آپ پر حملہ کیا تو کس دلیری سے آپ نے مقابلہ کیا۔ بغیر ڈر اور خوف کے اظہار کے

آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے... ان واقعات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان واقعات سے خائف تھے اور جب وہ ان واقعات سے خائف ہی نہ تھے تو مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا کے خلاف یہ واقعات کیونکر ہو گئے۔ یہ لوگ تو اگر کسی امر سے خائف تھے تو اس سے کہ اسلام کی روشنی میں فرق نہ آئے۔ سو باوجود ان واقعات کے وہی بات آخر قائم ہوئی جسے یہ لوگ قائم کرنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے خوف کو امن سے بدل دیا...... اگر محض لوگوں کی مخالفت کو ہی خوفناک امر قرار دے دیا جائے تب تو ماننا پڑے گا کہ انبیاء (نعوذ باللہ) ہمیشہ لوگوں سے ڈرتے رہے ہیں کیونکہ جتنی مخالفت لوگ اُن کی کرتے ہیں اتنی مخالفت اور کسی کی نہیں کرتے بہر حال دنیا کی مخالفت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ نے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا فرمایا ہے کہ جس چیز سے وہ ڈرتے ہوں گے اُسے اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں وہ صرف اس بات سے ڈرتے تھے کہ امتِ محمدیہ میں گمراہی اور ضلالت نہ آجائے۔ سو امتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس توجہ اور دعا کی برکت سے بحیثیت مجموعی ضلالت سے محفوظ رکھا اور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہی دنیا کے کثیر حصہ پر ہمیشہ غالب رہا۔

میں نے اس آیت کے جو یہ معنے کئے ہیں کہ اس جگہ خوف سے مراد عام خوف نہیں بلکہ وہ خوف ہے جسے خلفاء کا دل محسوس کرتا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں عام خوف ضرور ہوتا ہے بلکہ عام خوف بھی اللہ تعالیٰ ان سے دور ہی رکھتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس میں کوئی مصلحت ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب خوف پیدا ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانوں کی حالت ایسی ہو چکی تھی کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے انعام کے مستحق نہیں رہے تھے۔ پس میرا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عام خوفوں سے محفوظ نہیں رکھتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصل وعدہ اس آیت میں اُسی خوف کے متعلق ہے جس کو وہ خوف قرار دیں اور وہ بجائے کسی اور

بات کے ہمیشہ اس ایک بات سے ہی ڈرتے تھے کہ اُمت محمدیہ میں گمراہی اور ضلالت نہ آ جائے سو خدا کے فضل سے امتِ محمدیہ ایسی ضلالت سے محفوظ رہی اور باوجود بڑے بڑے فتنوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی وفات کے بعد اس کی ہدایت کے سامان ہوتے رہے۔ اصل معجزہ یہی ہوتا ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس کی خواہشات پوری ہوتی رہیں۔ زندگی میں اگر کسی کی خواہشیں پوری ہوں تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے تدبیروں سے کام لیا تھا مگر جس کی زندگی ختم ہو جائے اور پھر بھی اس کی خواہشیں پوری ہوتی رہیں اس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے کسی ظاہری تدبیر سے کام لے لیا ہو گا بلکہ یہ امر اس بات کا ثبوت ہو گا کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کا محبوب اور پیارا تھا اور اللہ تعالیٰ کا اُس سے گہرا تعلق تھا جیسے رسول کریم ﷺ نے کشفی حالت میں سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے۔ اب رسول کریم ﷺ کا معجزہ صرف یہ نہیں کہ آپ نے اُس کے ہاتھ میں سونے کے کڑے دیکھے بلکہ معجزہ یہ ہے کہ باوجوہ اس کے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد مالِ غنیمت میں سونے کے کڑے آئے اور باوجود اس کے کہ شریعت میں مردوں کو سونے کے کڑے پہننے ممنوع ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کے اس کشف کو پورا کرنے کے لئے اُسے سونے کے کڑے پہنائیں۔ چنانچہ آپ نے اُسے پہنائے۔ پس اس واقعہ میں معجزہ یہ ہے کہ باوجود یہ کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ پھر یہ بھی معجزہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی یہ بات حضرت عمرؓ نے سُن لی اور آپ کو اس کے پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ آخر حضرت عمرؓ رسول کریم ﷺ کی ہر بات تو نہیں سنا کرتے تھے۔ ممکن ہے یہ بات کسی اور کے کان میں پڑتی اور وہ آگے کسی اور کو بتانا بھول جاتا مگر اس معجزہ کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ جس شخص کے پاس سونے کے کڑے پہنچنے تھے اسے رسول کریم ﷺ کا یہ کشف بھی پہنچ چکا تھا۔ پھر اس معجزے کا یہ بھی حصہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ تحریک پیدا کر دی کہ وہ اس

صحابی کو سونے کے کڑے پہنائیں حالانکہ شریعت کے لحاظ سے مردوں کے لئے سونا پہننا ممنوع ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی اس پیشگوئی کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے آپ کے دل کو اس نے اس طرف مائل کر دیا کہ مردوں کے سونا نہ پہننے میں جو حکمتیں ہیں وہ بھی بیشک اچھی ہیں مگر رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے کسی کو تھوڑی دیر کے لئے سونے کے کڑے پہنا دینا بھی کوئی بری بات نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ انہوں نے اس صحابی کو اپنے سامنے سونے کے کڑے پہنائے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ خلفاء راشدین فوت ہو گئے تو ان کی وفات کے سالہا سال بعد خدا تعالیٰ نے اُن کے خوف کو امن سے بدلا۔ کبھی سو سال بعد کبھی دو سو سال بعد۔ کبھی تین سو سال بعد۔ کبھی چار سو سال بعد اور کبھی پانچ سو سال کے بعد اور اس طرح ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ ان کے ارادے رائیگاں جائیں لیکن اگر اس ساری آیت کو ساری قوم کی طرف منسوب کر دیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی وہی معنے کئے جائیں گے جن کو میں نے بیان کیا ہے یعنی اس صورت میں بھی ساری قوم کو اگر کوئی خوف ہو سکتا تھا تو وہ کفار کے اسلام پر غلبہ کا ہو سکتا تھا۔ فردی طور پر تو کسی کو یہ خوف ہو سکتا ہے کہ میرا بیٹا نہ مر جائے۔ کسی کو یہ خوف ہو سکتا ہے کہ مجھے تجارت میں نقصان نہ ہو جائے مگر قوم کا خوف تو ایسا ہی ہو سکتا ہے جو اپنے اندر قومی رنگ رکھتا ہو اور وہ خوف بھی پھر یہی ماننا پڑتا ہے کہ ایسا نہ ہو اسلام پر کفار غالب آجائیں۔ سو قوم کا یہ خوف بھی اسلام کے ذریعہ ہی دور ہوا اور اسلام کو ایسا زبردست غلبہ حاصل ہوا جس کی اور کہیں مثال نہیں ملتی۔

خلفاء کی چھٹی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وہ خلفاء میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ یعنی اُن کے دلوں میں خدا تعالیٰ

جرأت اور دلیری پیدا کر دے گا اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کا خوف اُن کے دل میں پیدا نہیں ہو گا۔ وہ لوگوں کے ڈر سے کوئی کام نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں گے اور اُسی کی خوشنودی اور رضا کے لئے تمام کام کریں گے۔ یہ معنے نہیں کہ وہ بُت پرستی نہیں کریں گے۔ بُت پرستی تو عام مسلمان بھی نہیں کرتے کجا یہ کہ خلفاء کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ بُت پرستی نہیں کریں گے۔ پس یہاں بُت پرستی کا ذکر نہیں بلکہ اس امر کا ذکر ہے کہ وہ بندوں سے ڈر کر کسی مقام سے اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے بلکہ جو کچھ کریں گے خدا تعالیٰ کے منشاء اور اس کی رضا کو پورا کرنے کیلئے کریں گے اور اس امر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کریں گے کہ اس راہ میں انہیں کن بلاؤں اور آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ...... تمام خلفاء کے حالات میں ہمیں يَعۡبُدُوۡنَنِيۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِيۡ شَيۡـًٔا کا نہایت اعلیٰ درجہ کا نظارہ نظر آتا ہے جو اس بات کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود مقامِ خلافت پر کھڑا کیا تھا اور وہ آپ اُن کی تائید اور نصرت کا ذمہ دار رہا۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 370-387)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 اکتوبر 2022ء)

(قسط2)

خلافت اب تا قیامت رہے گی۔۔۔!

کبھی کبھی کسی کے ذہن میں یہ خیال آجاتا ہے کہ آیت استخلاف میں تو خلافت کا وعدہ مشروط وعدہ ہے کہ جب تک لوگ ایمان اور عمل صالح کی شرط پر قائم رہیں گے تب تک خلافت ان میں موجود رہے گی اور جب ایسے لوگ نہیں رہیں گے تو یہ نعمت اٹھالی جائے گی جیسا کہ خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا کہ جب مسلمانوں نے اس نعمت کی ناقدری کی تو وہ نعمت ان سے واپس لے لی گئی۔ اس وقت اس کے تفصیلی جواب کا موقعہ تو نہیں البتہ اصولی طور پر یہ لکھنا ضروری ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہی ہے کہ یہ وعدہ مشروط بالا یمان اور مشروط بعمل صالح ہی ہے لیکن وہ لوگ جو خلافت احمدیہ کے جلد اختتام کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ لمبی تان کر سوئے رہیں اور ان کے خوابوں پر تو ہم پابندی نہیں لگانا چاہتے لیکن خلافت کے ماننے والوں کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ خلافت احمدیہ اللہ کے فضل و کرم سے بہت لمبی دیر تک چلی جانے والی ہے۔ ان شاء اللہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہر چند کہ مسیح ابن مریم کے مثیل تھے، مسیح ناصری علیہ السلام سے مشابہت تامہ تھی لیکن اس کے باوجود مخالفین کو حسرت ہی رہی کہ اس مسیح کو صلیب پر چڑھادیں یا قتل ہی کر ڈالیں۔ اس لئے مشابہت کے لئے ضروری نہیں ہوا کرتا کہ سب کچھ ہی ویسا ہی ہو جیسا مشبہ بہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے اب اگر کوئی مومن نہیں رہے گا یا عمل صالح

پر کار بند نہیں رہے گا تو اس کو نظام خلافت سے اٹھا باہر پھینک دیا جائے گا لیکن خلافت کا یہ کارواں اب رواں دواں رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک ہزار سال تک تو اس خلافت کا سفر یقینی ہے۔ ان شاء اللہ، کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام صرف اس ایک صدی کے مجدد نہیں تھے بلکہ اس ایک ہزار سال کے مجدد تھے اور جب آپؑ کا زمانہ ایک ہزار سال تک ہوا تو خلیفۃ المسیح بھی یعنی خلافت بھی ایک ہزار سال تک تو بہر حال جاری وساری رہے گی۔ اس آخری ہزار سال کے مجدد ہونے کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اس کے لئے بطورِ ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدّد صدی بھی ہے اور مجدّد الف آخر بھی۔ اِس بات میں نصاریٰ اور یہود کو بھی اختلاف نہیں کہ آدم سے یہ زمانہ ساتواں ہزار ہے اور خدا نے جو سورہ والعصر کے اعداد سے تاریخ آدم میرے پر ظاہر کی اس سے بھی یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ساتواں ہزار ہی ثابت ہوتا ہے اور نبیوں کا اِس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا اور چھٹے ہزار کے اخیر میں پیدا ہوگا کیونکہ وہ سب سے آخر ہے جیسا کہ آدم سب سے اوّل تھا۔"

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 208)

دنیا کی عمر سات ہزار سال کی تفصیلی بحث ایک اور جگہ تحفہ گولڑویہ (روحانی خزائن جلد 17 صفحات 245-253) میں بھی موجود ہے اور وہاں حضور علیہ السلام قیامت کی ایک تشریح یہ بھی فرماتے ہیں: "یہ بھی یاد رہے کہ قیامت بھی کئی قسم پر منقسم ہے اور ممکن ہے کہ سات ہزار سال کے بعد کوئی قیامت صغریٰ ہو جس سے دنیا کی ایک بڑی تبدیلی مراد ہو نہ قیامت کبریٰ۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 251 حاشیہ)

اسی امر کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو آنحضرت ﷺ کے ایک عظیم روحانی فرزند اور ایک عظیم خادم ہیں آپ کا زمانہ، آپ کی ماموریت سے قیامت تک ممتد اور مکان کے لحاظ سے ساری دنیا پر محیط ہے۔ اس لیے آپ کی کتب میں ہمیں وہ سارا مواد ملتا ہے یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے جملہ ارشادات کی روشنی میں قرآن کریم کی تفسیر جابجا بیان فرمائی ہے۔ اس میں وہ مواد ہے جس میں کہیں تفصیل کے ساتھ اور کہیں اختصار کے ساتھ انسان کی معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے جو قیامت تک کسی نہ کسی وقت اور کسی نہ کسی شکل میں نوع انسان کے سامنے آنے والے تھے۔‘‘

(ماخوذ از خطابات ناصر جلد اول صفحہ 533-535)

امام کی چھ خوبیاں جن میں وہ سب سے ممتاز ہوتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ میں امام الزمان ہوں اور اور درج ذیل قسم کی چھ علامات ایسی ہیں کہ جن کے ذریعہ میں سب سے ممتاز ہوں مقابلۃً میرے اندر یہ تمام خوبیاں اور کمالات جمع ہیں اور میں ان کا مصداق ہوں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے بعد اپنے اپنے وقت کے امام انہیں خوبیوں کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اسی کے کمالات اور انوار لے کر آتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ضرورۃ الامام میں تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے جن کا ایک حصہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بیان فرماتے ہیں:

"امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کی معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کرلیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا۔ وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں اور بایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بے ادبوں اور بد زبانوں سے بھی مقابلہ پڑے گا۔ اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے اور بنی نوع کی سچی ہمدردی اس کے دل میں ہوتی ہے اور اخلاقی قوت سے یہ مراد نہیں کہ ہر جگہ وہ خواہ نخواہ نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ تو اخلاقی حکمت کے اصول کے برخلاف ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح تنگ ظرف آدمی دشمن اور بے ادب کی باتوں سے جل کر اور کباب ہو کر جلد مزاج میں تغیر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کے چہرہ پر اس عذاب الیم کے جس کا نام غضب ہے نہایت مکروہ طور پر آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور طیش اور اشتعال کی باتیں بے اختیار اور بے محل منہ سے نکلتی چلی جاتی ہیں۔ یہ حالت اہل اخلاق میں نہیں ہوتی۔ ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے نہ منہ پر جھاگ آتی ہے ہاں کبھی بناوٹی غصّہ رعب دکھلانے کے لئے ظاہر کر دیتے ہیں اور دل آرام اور انبساط اور سرور میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ

لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھلاتے اور نرمی کی تاکید کرتے ہیں بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے۔ غرض اخلاقی حالت میں کمال رکھنا اماموں کے لئے لازمی ہے اور اگر کوئی سخت لفظ سوختہ مزاجی اور مجنونانہ طیش سے نہ ہو اور عین محل پر چسپاں اور عندالضرورت ہو تو وہ اخلاقی حالت کے منافی نہیں ہے اور یہ بات بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جن کو خدا تعالیٰ کا ہاتھ امام بناتا ہے ان کی فطرت میں ہی امامت کی قوت رکھی جاتی ہے اور جس طرح الٰہی فطرت نے بموجب آیت کریمہ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ہر ایک چرند اور پرند میں پہلے سے وہ قوت رکھ دی ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اس قوت سے اس کو کام لینا پڑے گا اسی طرح ان نفوس میں جن کی نسبت خدا تعالیٰ کے ازلی علم میں یہ ہے کہ ان سے امامت کا کام لیا جاوے گا منصب امامت کے مناسب حال کئی روحانی ملکے پہلے سے رکھے جاتے ہیں اور جن لیاقتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی۔ ان تمام لیاقتوں کا بیج ان کی پاک سرشت میں بویا جاتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدے اور فیض رسانی کے لئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضروری ہے:

پہلی علامت

اول۔ **قوت اخلاق۔** چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رزیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا

ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس پر آیت اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔

دوسری علامت

دوم۔ **قوت امامت** ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے یعنی نیک باتوں اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو اور اس بات سے اس کو درد پہنچے اور دکھ میں پڑے کہ وہ ترقی سے روکا جاوے یہ ایک فطرتی قوت ہے جو امام میں ہوتی ہے اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اس کے علوم اور معارف کی پیروی کریں اور اس کے نور کے پیچھے چلیں تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوت کے امام ہے۔ غرض یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ امامت ایک قوت ہے کہ اس شخص کے جوہر فطرت میں رکھی جاتی ہے جو اس کام کے لئے ارادہ الٰہی میں ہوتا ہے اور اگر امامت کے لفظ کا ترجمہ کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ قوت پیشروی۔ غرض یہ کوئی عارضی منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سننے کی قوت اور سمجھنے کی قوت ہوتی ہے اسی طرح یہ آگے بڑھنے اور الٰہی امور میں سب سے اول درجہ پر رہنے کی قوت ہے اور انہی معنوں کی طرف امامت کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔

تیسری علامت

تیسری **قوت بسطت فی العلم** ہے جو امامت کے لئے ضروری اور اس کا خاصہ لازمی ہے۔ چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق اور معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے اور رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کی دعا

میں ہر دم مشغول رہتا ہے اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں۔ اسی لئے خداتعالیٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اس کی مدد کرتا ہے اور وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ پس جس طرح مرغی انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے لے کر ان کو بچے بناتی ہے اور پھر بچوں کو پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر ان کے اندر پہنچا دیتی ہے اسی طرح یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے صحبت یابوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے اور یقین اور معرفت میں بڑھاتا جاتا ہے...... طبابت کے رو سے بھی ہیئت کے رو سے بھی، طبعی کے رو سے بھی، جغرافیہ کے رو سے بھی اور کتب مسلمہ اسلام کے رو سے بھی اور عقلی بناء پر بھی اور نقلی بناء پر بھی اور امام الزمان حامی بیضۂ اسلام کہلاتا ہے اور اس باغ کا خداتعالیٰ کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے اور اس پر فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کر دے اور صرف یہ نہیں بلکہ یہ بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ نہ صرف اعتراضات دور کرے بلکہ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دنیا پر ظاہر کر دے۔ پس ایسا شخص نہایت قابل تعظیم اور کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے وجود سے اسلام کی زندگی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اسلام کا فخر اور تمام بندوں پر خداتعالیٰ کی حجت ہوتا ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہوتا کہ اس سے جدائی اختیار کرے کیونکہ وہ خداتعالیٰ کے ارادہ اور اذن سے اسلام کی عزت کا مربی اور تمام مسلمانوں کا ہمدرد اور کمالات دینیہ پر دائرہ کی طرح محیط ہوتا ہے۔ ہر ایک اسلام اور کفر کی کشتی گاہ میں وہی کام آتا ہے اور اسی کے انفاس طیبہ کفر کش ہوتے ہیں۔۔۔

چوتھی علامت

چوتھی **قوت عزم** ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ نومید ہونا اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں ایسے ابتلا پیش آجاتے ہیں کہ وہ بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور بسا اوقات ان کی وحی اور الہام میں فترت واقع ہو جاتی ہے کہ ایک مدت تک کچھ وحی نہیں ہوتی اور بسا اوقات ان کی بعض پیشگوئیاں ابتلا کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا اور بسا اوقات ان کے مقصود کے حصول میں بہت کچھ توقف پڑ جاتی ہے اور بسا اوقات وہ دنیا میں متروک اور مخذول اور ملعون اور مردود کی طرح ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص جو ان کو گالی دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ گویا میں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں اور ہر ایک ان سے نفرت کرتا اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ سلام کا بھی جواب دے لیکن ایسے وقتوں میں ان کا عزم آزمایا جاتا ہے۔ وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آجاتا ہے۔

پانچویں علامت

پانچویں **قوت اقبال علی اللہ** ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ آپڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی کی ہمدردی واجبات سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ ان کے صدق اور اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لاینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور ان کی محویت کے تضرعات

سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے۔ پھر جس طرح شدت کی گرمی کی انتہا کے بعد برسات کی ابتداء میں آسمان پر بادل نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور الٰہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں یہاں تک کہ قضاء وقدر کی ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں۔۔۔اور امام الزمان کا اقبال علی اللہ یعنی اس کی توجہ الی اللہ تمام اولیاء اللہ کی نسبت زیادہ تر تیز اور سریع الاثر ہوتی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کا امام الزمان تھا اور بلعم اپنے وقت کا ولی تھا جس کو خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ نصیب تھا اور نیز مستجاب الدعوات تھا لیکن جب موسیٰ سے بلعم کا مقابلہ آپڑا تو وہ مقابلہ اس طرح بلعم کو ہلاک کر گیا کہ جس طرح ایک تیز تلوار ایک دم میں سر کو بدن سے جدا کر دیتی ہے اور بدبخت بلعم کو چونکہ اس فلاسفی کی خبر نہ تھی کہ گو خدا تعالیٰ کسی سے مکالمہ کرے اور اس کو اپنا پیارا اور برگزیدہ ٹھہراوے مگر وہ جو فضل کے پانی میں اس سے بڑھ کر ہے جب اس شخص سے اس کا مقابلہ ہو گا تو بے شک یہ ہلاک ہو جائے گا اور اس وقت کوئی الہام کام نہیں دے گا اور نہ مستجاب الدعوات ہونا کچھ مدد دے گا اور یہ تو ایک بلعم تھا مگر میں جانتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسی طرح ہزاروں بلعم ہلاک ہوئے جیسا کہ یہودیوں کے راہب عیسائی دین کے مرنے کے بعد اکثر ایسے ہی تھے۔

چھٹی علامت

چھٹے **کشوف اور الہامات** کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیّت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے

لئے ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے۔"

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 477-483)

خلافت سے انحراف کرنے والا فاسق اور جاہلیت کی موت مرتا ہے

آیت استخلاف میں یہ صاف صاف ارشاد خداوندی ہے کہ اس نعمت کی جو ناشکری کرے گا، انکار وانحراف کرے گا اور ناقدری کرے گا تو وہ خدا کی نظر میں فاسق قرار پائے گا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تفصیل اِس آیت (آیت استخلاف) کی یُوں ہے کہ خدا تعالیٰ نے تم سے پہلے ان لوگوں کو رُوئے زمین پر خلیفے مقرر کیا تھا جو ایماندار اور صالح تھے اور اپنے ایمان کے ساتھ اعمال صالح جمع رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ تم میں سے بھی اے مسلمانو! ایسے لوگوں کو جو انہیں صفات حسنہ سے موصوف ہوں اور ایمان کے ساتھ اعمال صالح جمع رکھتے ہوں خلیفے کرے گا پس منکم کا لفظ زائد نہیں بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ تا اسلام کے ایمانداروں اور نیکو کاروں کی طرف اشارہ کرے کیونکہ جبکہ نیکوکار اور ایماندار کا لفظ اِس آیت میں پہلی امتوں اور اِس اُمت کے ایمانداروں اور نیکوکاروں پر برابر حاوی تھا پھر اگر کوئی تخصیص کا لفظ نہ ہوتا تو عبارت رکیک اور مبہم اور دُور از فصاحت ہوتی اور منکم کے لفظ سے یہ جتانا بھی منظور ہے کہ پہلے بھی وُہی لوگ خلیفے مقرر کئے گئے تھے کہ جو ایماندار اور نیکوکار تھے اور تم میں سے بھی ایماندار اور نیکوکار ہی مقرر کئے جائیں

گے...... کیونکہ آیت کے صاف اور سیدھے یہ معنی ہیں کہ اللہ جلّ شانہ خلیفوں کے پَیدا ہونے کی خوشخبری دے کر پھر باغیوں اور نافرمانوں کو دھمکی دیتا ہے کہ بعد خلیفوں کے پَیدا ہونے کے جب وہ وقتاً فوقتاً پَیدا ہوں اگر کوئی بغاوت اختیار کرے اور ان کی اطاعت اور بیعت سے مُنہ پھیرے تو وُہ فاسق ہے...... اور واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے وہ حدیث مطابق ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من لم یعرف امام زمانہٖ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ جاہلیت کی موت پر مر گیا یعنی جیسے جیسے ہر یک زمانہ میں امام پَیدا ہوں گے اور جو لوگ اُن کو شناخت نہیں کریں گے تو ان کی موت کفار کی موت کے مشابہ ہو گی۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد صفحہ 333-334)

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زبان سے تو انکار نہیں ہوتا لیکن عمل سے اور اظہار سے بغاوت اور نافرمانی کی بُو آرہی ہوتی ہے اور کبھی کبھی کوئی ایسا فقرہ یا بات کر دی جاتی ہے کہ جو چھوٹی سی یا معمولی سمجھ لی جاتی ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ بھی بہت بڑی اور بہت زہرناک ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں کیا ہوا تھا؟ یہی ناں کہ ایک موقعہ پر جب مال غنیمت کی تقسیم کے وقت نبی اکرم ﷺ نے دوسروں کو سب کچھ دے دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا تو غیر محتاط کلام کرتے ہوئے کچھ انصاری نوجوانوں نے تقسیم کے انتظام پر اعتراض کر دیا کہ انصاف نہیں کیا گیا اور خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور اموال دوسروں کو دے دیئے گئے۔ پھر بے شک جب انصار کے بزرگوں تک بات پہنچی تو انہوں نے معذرت اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے معافی بھی مانگی لیکن صرف یہ ایک بات کرنے کی وجہ سے یہ قوم کی قوم بعد میں آنے والے بہت سے انعامات سے ہمیشہ ہمیش

کے لئے محروم ہو گئی۔ اس لئے کبھی بھولے سے بھی اپنی زبان سے کوئی بات نہیں نکالنی چاہئے کہ جو مقام خلافت کے ادب واحترام کے منافی ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات وارشادات میں متعدد جگہ پر اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ الطریقۃ کلھا ادب کہ ہر امر میں، ہر پہلو سے سب کچھ ادب کا متقاضی ہے۔ اول و آخر ادب ہی ادب ہو تو بات بنتی ہے۔ در حقیقت بات یہ ہے کہ خلیفہ کا مقام بہت ہی ارفع واعلیٰ ہوتا ہے۔ وہ اس وقت کے لوگوں میں سے، تمام تر لوگوں میں سے سب سے زیادہ متقی ہوتا ہے، وہ سب سے بڑھ کر عالم وعارف ہوتا ہے۔ وہ معلم ہوتا ہے۔ خدا اسے سکھاتا ہے اور بتاتا ہے وہ ایک ایسے مقام پر ہوتا ہے کہ جس کے آگے ہمارے سر اور ہماری سوچوں کو سجدہ ریز ہونا ہی قابل برکت وسعادت ہے اور یہی اطاعت کا پہلا قرینہ ہے اور یہی ادب واحترام کا تقاضا ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بڑے بڑے عالم اور سمجھ رکھنے والوں کی سمجھ سے بالا کوئی بات ہوتی ہے اور ایسے مواقع پر بھی جھٹ بول پڑنا اور اعتراض کرنا ابلیسی فکر کی حامل ٹھہر جایا کرتی ہے کیونکہ اس وقت بھی یہی ہوا تھا کہ جب تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اپنے علم کی بناء پر، اسی علم کے زُعم میں ایک نے اعتراض کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ وہ شیطان قرار پایا، راندۂ درگاہ ٹھہرا۔ ایسے لوگوں کا پھر کوئی وارث نہیں ہوا کرتا۔ ان کو نہ تو زمین قبول کرتی ہے اور نہ ہی آسمان اس پر کوئی توجہ کرتا ہے۔ بیٹھنے دے ہے کون پھر اس کو جو تیرے آستاں سے اٹھتا ہے کے مصداق وہ دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”میں اعتراض کرنے والے کو نصیحت کرتا ہوں کہ بہت الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے منہ سے نکل جانے کے بعد انسان کو پچھتانا پڑتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق کسی نے کہا تھا آپ نے

انصاف کے ماتحت مال تقسیم نہیں کی۔ آپ نے کہا اگر میں نے انصاف نہیں کیا تو اور کون کرسکتا ہے اور پھر فرمایا اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ ہوں گے جو دین کو برباد کرنے والے ہوں گے قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ کیسا خطرناک انجام ہوا۔ جو کچھ معترض نے کہا ہے اس کا یہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ ہم دین کے لئے زیادہ مانگتے ہیں۔ مگر یہ کون سی بری بات ہے۔ جو جائز تدبیر ہو وہ تو ثواب کا موجب ہے مگر ایسی باتیں اپنے نتائج کے لحاظ سے قابل اعتراض ہوتی ہیں گو اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہ ہو۔ دیکھو! قرآن کریم میں آتا ہے خدا تعالیٰ مسلمانوں فرماتا ہے تم رسول کو راعنا (البقرہ :105) نہ کہو گو تمہاری نیت اس لفظ سے یہ نہیں کہ رسول کی ہتک کرو۔ مگر یہ لفظ ہتک کرنے والا ہے۔ اگر تم اس لفظ کو استعمال کرو گے تو تم سے انعام چھین لئے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو انبیاء کے متعلق کس قدر غیرت ہوتی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے انبیاء کی غیرت ہوتی ہے کی ذاتی خوبیاں بہت بڑھی ہوتی ہیں اور خلفاء میں ان کے مقابلہ میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ان میں انبیاء کی طرح معصومیت نہیں ہوتی مگر جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے اس کی غیرت کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے ٹھوکر سے نہیں بچ سکتے ......ایسی باتیں مت کرو جن کا تمہیں صحیح علم نہ ہو...... میں تمہاری نسبت اَعلم ہوں اس معاملہ کے متعلق اور وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مئی 1926ء از خطبات محمود جلد 10 صفحہ 178-179)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نہ تو سیاسی کتابیں پڑھتے ہیں۔ نہ ہم سیاسی مجالس میں شرکت حاصل کرتے ہیں اور نہ یہ باتیں جو ہم کہتے ہیں ہمارے غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ باتیں ہمیں خدا سمجھاتا ہے اور جو باتیں وہ ہمیں سمجھاتا ہے اور اس کے سمجھانے کے بعد

جو باتیں ہم کہتے ہیں وہی اکثر پوری ہوتی ہیں......پس یہ ٹھیک اور بالکل ٹھیک ہے کہ ایسی باتیں ہمیں خدا سکھلاتا ہے اور اسی کے سکھلائے ہوئے علم کے ماتحت ہم دنیا کو بتاتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جون، 1926ء از خطبات محمود جلد 10 صفحہ 211)

اطاعت و فرمانبرداری کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”اصل فرمانبرداری یہ ہے کہ سلسلہ کے مفاد کے لئے سب کی مانیں بعض لوگ غلطی سے فرمانبرداری کو غلامی سمجھتے ہیں مگر فرمانبرداری غلامی نہیں ہے۔ غلامی اور چیز ہے اور فرمانبرداری اور چیز۔ دنیا میں سب سے زیادہ آزادی پھیلانے والے انبیاء اوران کی جماعتیں ہوتی ہیں اور وہی سب سے زیادہ فرمانبردار ہوتی ہیں۔ اگر فرمانبرداری غلامی ہوتی تو نہ انبیاء فرمانبردار ہوتے اور نہ ان کی جماعتیں پس یہ غلط خیال ہے کہ فرمانبرداری غلامی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جولائی، 1926ء، خطبات محمود جلد 10 صفحہ 223-224)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔ جو سمجھنے والے ہیں وہ تو سمجھ لیں گے لیکن جو نہیں سمجھتے میں ان سے کہتا ہوں کہ کان کھول کر سن لیں کہ ان تمام امور میں کہ جن میں گورنمنٹ اپنے پاس آنے کے لئے مجبور نہیں کرتی سب پر خلیفہ کا حکم ہے اور جو یہ بات سمجھ کر بیعت نہیں کرتا وہ درحقیقت بیعت بھی نہیں کرتا۔

پھر جس طرح خلیفہ کا حکم ضروری ہے اسی طرح خلیفہ جو نائب مقرر کرتا ہے اس کا حکم ماننا بھی ضروری ہے کیونکہ قانون کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے۔ وہ شخص انسان پرست ہے

خدا پرست نہیں جو میری ہی مانتا ہے اور میرے مقرر کردہ دوسروں کی نہیں مانتا ایسا انسان دراصل خدا کا حکم نہیں مانتا وہ اپنا انجام سوچ لے ...... یہ ایک مسئلہ ہے جس کی یہاں کی جماعت کو بھی ضرورت ہے اور باہر کی جماعتوں کو بھی کیونکہ باہر سے بھی آواز آتی ہے کہ ہم میں سیاست نہیں اس لئے کس کی مانیں۔ ہم کہتے ہیں سیاست تو ہے حکومت نہیں اور میرے نزدیک اگر کوئی شخص یہ نہیں مانتا تو وہ گویا بیعت ہی نہیں کرتا۔ نبوت اور کفر واسلام کے مسئلے میں اختلاف کرتے ہوئے ایک شخص بیعت کر سکتا ہے لیکن خلافت کے اس مسئلے میں اختلاف کر کے بیعت نہیں کر سکتا۔ دیکھو! یہ سمجھتے ہوئے کہ فلاں شخص نے غیبت کی یا جھوٹ بولا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن یہ سمجھ کر کہ بے وضو کھڑا ہے ہر گز اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جسے خبر نہیں کہ امام بے وضو کھڑا ہے اس کی تو ہو جائے گی مگر جسے خبر ہے اس کی نماز نہیں ہو گی۔ کیونکہ امامت کا جو مفہوم تھا وہ نہ رہا۔ اسی طرح یہ نکاح تو ہو سکتا ہے کہ عورت عیسائی ہو اور مرد مسلمان لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک بھائی اور بہن میں نکاح ہو جائے۔ پس خلیفہ کے احکام کی اطاعت ایک ایسا ضروری امر ہے کہ جو اس کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اس سے اختلاف رکھتا ہے وہ بیعت میں بھی شامل نہیں ہو سکتا۔

دوستوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ سوائے ان امور کے جن میں نص شرعی موجود ہو یا جن کو گورنمنٹ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہو۔ باقی سب خلیفہ کی سیاست ہے۔ خواہ وہ روحانی ہوں یا اخلاقی ہوں یا جسمانی ہوں یا تمدنی ہوں۔ ان میں خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہیے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جولائی 1926ء از خطبات محمود جلد 10 صفحہ 225-226)

ایک ایسی نعمت جو کہ کسی اور کو نصیب نہیں

خلافت یا خلیفہ کا مقام و مرتبہ اور اس کے عظیم الشان اوصاف وخصائل کا کچھ مختصر بیان اوپر ہوا ہے اور ان سب کو مد نظر رکھتے ہوئے خلافت کی اس نعمت پر جتنا بھی ہم شکر کریں وہ کم ہے۔ اس

کے علاوہ ایک اور امر کا ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ وہ ایک ایسی بات ہے کہ جو کسی بھی طرح سے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے اور وہ ہے خلیفۂ وقت کا ہمارے لئے درد اور ضرورتوں کا احساس اور دعائیں کرنا۔ ایک ماں بھی اپنے بچوں کے لئے کیا درد اور احساس رکھتی ہو گی جو کہ خلیفہ کو اپنی جماعت کے ہر فرد کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اسی درد اور احساس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دیکھنے والوں کو تو یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہو گی کہ کئی لاکھ کی جماعت پر حکومت مل گئی مگر خدارا غور کرو کیا تمہاری آزادی میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتحتوں غلاموں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے۔ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔"

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

"میں چونکہ خطبہ کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے دوستوں سے ایک آخری بات کہہ دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ جتنے خلفاء راشدین ہوئے ہیں (یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد سے خلافت راشدہ شروع ہوئی۔

پھر اس خلافت کے بعد کچھ اور لوگ آ گئے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر خلافت کا مضبوط نظام قائم فرمایا اور یہ نظام اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ جماعت اپنے آپ کو خدا کی نگاہ میں اس انعام کی مستحق ثابت کرتی جائے گی)۔ ان تمام خلفاء کے حالات کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمام خلفاء تذلل اور فروتنی اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ میں نے بھی خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لئے اور تمام خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق عجز کی راہوں کو اختیار کیا ہے۔ میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے لئے اور جماعت کے افراد کے لئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جن لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں۔ ان کی مرادیں پوری کر دے، اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں بھی پوری کر دے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لئے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے۔ یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکالیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔

لیکن بعض دفعہ بعض نادان فنا اور نیستی کے اس مقام کو کمزوری سمجھنے لگ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی عاجزی کی راہ کو اختیار کیا حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد جو خلفاء اور مجدد ہوئے انہوں نے بھی عجز کے اسی راستے کو اختیار کیا تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا کمزور ہے کیونکہ یہ عاجزی اختیار کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو بھی اور دنیا کی ساری مخلوق کو بھی مردہ سمجھتے ہیں نہ ہی اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں، نہ دنیا کو کچھ سمجھتے ہیں اور اس عجز کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اعجازی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں گویا ایسے لوگوں کے لئے فنا

اور نیستی کے مقام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے۔ اس لئے دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کر سکتی انہیں ساری دنیا کے مال بھی کوئی لالچ نہیں دے سکتے۔ جب خدا کا یا اس کے دین کا معاملہ ہو تو کسی دوسرے کے سامنے ان کا سر جھکا نہیں کرتا۔ ورنہ وہ تو ایک فقیر اور مسکین کے سامنے بھی جھک رہے ہوتے ہیں اور عاجزی دکھا رہے ہوتے ہیں لیکن جب خدا تعالیٰ کے فعل اور قول کا اور خدا تعالیٰ کے نام اور اس کی عظمت کا دنیا اور دنیا داروں سے تصادم ہو جائے تو پھر دنیا ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کا مربی اور معلم ہوتا ہے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ پس یا تو ہمارا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ خلیفہ وقت ساری دنیا کا استاد ہے اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہی سچ ہے تو دنیا کے عالم اور دنیا کے فلاسفر شاگرد کی حیثیت سے ہی اس کے سامنے آئیں گے۔ استاد کی حیثیت سے اس کے سامنے نہیں آئیں گے تو خلیفہ وقت کا انکسار اس کی عاجزی و فروتنی، اس کا تذلل یہی اس کا مقام ہے اور وہ اس ایمان اور یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میں لاشئی ہوں۔ کچھ بھی نہیں ہوں۔ نہ علم ہے مجھ میں نہ فراست ہے مجھ میں، نہ ہی کوئی طاقت ہے مجھ میں، اگر کچھ ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ وہ جتنا علم دے جتنی طاقت دے جتنی فراست دے اس کی عطا ہے اور اسی کے جلال اور عظمت کے لئے خرچ کی جاتی ہے۔ کہیں بھی اس کا اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ مٹی کے ذرّات ہوا میں بکھر جائیں تب بھی ان کا کچھ وجود ہوتا ہے لیکن ایسے شخص کا وجود اتنا بھی باقی نہیں رہتا۔

تو میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا۔ اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے

آپ کا نوکر نہیں ہے اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لئے ہی کام کرتا ہے۔ کسی پر احسان رکھنے کے لئے کام نہیں کرتا لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں، خدا کے لئے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آجائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 نومبر 1966ء از خطبات ناصر جلد اول صفحہ 492-494)

ہزاروں ماؤں سے بڑھ کر اپنی جماعت کے ایک ایک فرد سے محبت اور پیار کے اسی احساس اور دعا کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں مَیں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لئے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔ یہ مَیں باتیں اس لئے نہیں بتا رہا کہ کوئی احسان ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس سے بڑھ کر مَیں فرض ادا کرنے والا بنوں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جون 2014ء از خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 348)

پس کس قدر ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ بابرکت وجود کہ جس کی دعائیں عرش کا خدا سنتا ہے اور خوب سنتا ہے۔ جس کی تائید و نصرت کے لئے اس کا خدا اس کے ساتھ یہ کہہ کر کھڑا ہوتا ہے کہ انی معك یامسرور، جس کی قدم قدم پر رہنمائی وہ خدائے علیم و خبیر خود کرتا ہے۔ وہ بابرکت وجود، وہ دعا دعا مقدس چہرہ ہمارے لئے اتنا درد رکھتا ہے، ہمارا اتنا خیال رکھتا ہے۔

اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اس ملنے والی عظیم نعمت کی قدر کریں، اس پر شکر کریں، اور اپنے محبوب امام کے لئے دعائیں کریں، اس کی ہر بات پر عمل پیرا ہوں اور اس کی ہر نصیحت پر کماحقہ عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری آخری سانسوں تک دامن خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:
”خلافت کے نظام کے دائمی رہنے کے لئے کوشش کرنی ہے تو پھر جماعت کے اندر وہ نمونے بھی مستقل مزاجی سے قائم رکھنے پڑنے ہیں۔ تبھی وہ ترقیات بھی ملیں گی جو پہلے ملتی رہی ہیں۔ پس یہ وہ معیار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انعام سے فیض پانے کے لئے ضروری ہیں۔ ہمیں اپنی عبادتوں کے معیار بھی اونچے کرنے ہوں گے۔ اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کرنی ہو گی۔ اپنے ہر قول و فعل کو ہر قسم کے شرک سے کلیۃً پاک کرنا ہو گا۔ اپنے اموال کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہو گا اور خلافت سے وفا اور اطاعت کے معیاروں کی بھی ہر وقت حفاظت کرنی ہو گی تبھی ہم خلافت کے انعام اور اس کے ساتھ رکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کی برکات سے فیض پا سکتے ہیں اور تا قیامت رہنے والی خلافت سے جُڑے رہ سکتے ہیں اور اپنی نسلوں کو ان کے ساتھ جڑا رکھنے والا بن سکتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 مئی 2018ء از خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 245-246)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 مئی 2003ء کو جماعت احمدیہ کے نام اپنے ایک محبت بھرے پیغام میں بیان فرمایا:

’’قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ اِمام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ایک ڈھال ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ’’جس طرح وہی شاخ پھل لا سکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کر سکتی جو درخت سے جدا ہو۔ اسی طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا۔‘‘

پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی تا 5 جون 2003ء صفحہ 1)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 اکتوبر 2022ء)

مضامین کے لنکس

- مقام و عظمتِ خلافت (قسط 1)

https://www.alfazlonline.org/18/10/2022/70636/

- خلافت اب تاقیامت رہے گی (قسط 2)

https://www.alfazlonline.org/19/10/2022/70693/



ادارہ الفضل آن لائن کی کتب

1. اسلامی اصطلاحات کا بر محل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک و شہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ارشادات نور
5. کتابِ تعلیم
6. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور ان کے مقاصد
7. مجدد دین اسلام۔ تعارف و کارہائے نمایاں
8. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
9. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

10. ادارے جلد اول
11. حیات نورالدینؓ
12. دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے
13. قرآنی انبیاء
14. معلمین وقفِ جدید کے لئے مشعلِ راہ
15. جامع المناھج والاسالیب
16. مقام و عظمتِ خلافت
17. واقعہ افک (زیر تکمیل)
18. ادارے جلد دوم (زیر تکمیل)
19. ادارے بلحاظ ترتیب مضامین جلد اول (زیر تکمیل)
20. بچوں کی تقاریر از فرخ شاد (زیر تکمیل)
21. ہجری شمسی مہینوں کا تعارف (زیر تکمیل)

★★★★★